# بدظن، غیبت کرنے والا، چغل خور بدترین شخص ہے۔

# حسد سے بچیں یہ نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25 رنومبر 1994ء بمقام مسجد فضل لندن برطانیہ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

گزشتہ جمعے میں میں نے قرآن کریم کی آیات اور احادیث کے حوالے سے غیبت کے مضمون پر خطاب کیا تھا لیکن وقت نہ ہونے کی وجہ سے پورا خطاب یا اس خطاب کے سلسلے میں جو مضمون میں نے پیش نظر رکھا تھا وہ مکمل نہ ہو سکا کچھ احادیث بہت اہم ہیں اس موضوع پر جو میں آپ کے سامنے پیش نہیں کر سکا تھا۔ تو آج وہیں سے بات شروع کروں گا جہاں گزشتہ خطبے پر بات ختم کی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا بدترین آدمی تم اسے پاؤ گے جو دو منہ رکھتا ہے۔ ان کے پاس آکر کچھ کہتا ہے اور دوسروں کے پاس جا کر کچھ کہتا ہے (یعنی بڑا منافق اور چغل خور ہے)۔ یہ جو یعنی بڑا منافق اور چغل خور ہے، یہ ترجمہ کرنے والے نے ترجمہ بیچ میں کیا ہے، اصل الفاظ میں نہیں ہے۔ اور جو تشریح سمجھی اس کے مطابق بیان کیا۔ اگرچہ ظاہراً یہی معنے ہیں لیکن ترجمے میں ویسے عموماً یہ احتیاط کرنی چاہئے تو اسی لئے مجھے شک گزرا تھا کہ یہ اصل الفاظ نہیں ہیں۔ جب میں نے اصل الفاظ پر نگاہ ڈالی تو واقعۃً وہاں یہ موجود نہیں تھے۔ حدیث کے الفاظ صرف اتنے ہیں کہ بدترین آدمی اسے پاؤ گے جو دو منہ رکھتا ہو۔ ان کے پاس آکر کچھ کہتا ہے دوسروں کے پاس جا کر کچھ کہتا ہے۔

جہاں تک یہ نتیجہ نکالنے کا تعلق ہے کہ اس سے چغل خور بھی مراد ہیں تو یہ بعید نہیں ہے کیونکہ چغل خور کے ساتھ یہ لعنت ضرور لگتی ہے اور اس کا ایک لازمی جزو بن جاتی ہے۔ایک انسان ادھر کچھ بات کرتا ہے، ادھر کچھ بات کرتا ہے۔ جتنے بھی چغل خوری کے نتیجہ میں فساد پھیلتے ہیں اور قریبی قریبیوں سے لڑ پڑتے ہیں اور بعض دفعہ وہ فساد لمبے ہو کر رشتوں کے انقطاع پر جا پہنچتے ہیں۔ رشتے ٹوٹ جاتے ہیں، خونی رشتے بھی ایسے ٹوٹتے ہیں پھر ان کا جوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ان پر آپ سب نے کبھی نہ کبھی نظر ڈالی ہوگی جو میں اپنی یادداشت سے یہ باتیں مستحضر کر رہا ہوں اپنے ذہن میں، ان دونوں باتوں کا بہت گہرا تعلق مجھے دکھائی دے رہا ہے۔وجہ یہ ہے کہ ایک شخص یا خصوصاً چونکہ خواتین میں یہ بات زیادہ پائی جاتی ہے اس لیے خواتین سے معذرت کے ساتھ میں خاتون کی مثال آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

ایک خاتون نے کوئی بات کی وہ بات اس خاتون تک پہنچی جس کے متعلق بات ہوئی تھی اور ایسے رنگ میں پہنچی جس میں کچھ زیادہ تلخی پائی گئی، بجائے اس کے کہ بعینہٖ اس طرح پہنچتی اور بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بعینہٖ اسی طرح پہنچا دی جاتی ہے مگر بات ایسی ہے جس کے نتیجہ میں لازماً ان دونوں کے تعلقات کا بگڑنا تھا۔ جب وہ سننے والی یہ بات سنتی ہے تو یہ پہلے عہد کر کے سنتی ہے کہ میں آگے کسی سے بات نہیں کروں گی۔تو سب سے پہلے اس کے دو منہ ہو جاتے ہیں۔یعنی وہ بات سنتی ہے اور پھر طیش میں آکر بلا توقف دوسری خاتون پر حملہ آور ہوتی ہے۔ دھاوا بول دیتی ہے اس پر، اور اس کا سارا عہد کہ میں خاموش رہوں گی اور اپنے تک رکھوں گی وہ جھوٹا ثابت ہوتا ہے تو اس کے دو مونہہ بن گئے اور جو سنانے والی ہے اس کے پہلے ہی دو منہ ہو چکے ہوتے ہیں کیونکہ جب وہ مجلس میں بیٹھتی ہے تو امانت پہ بات ہو رہی تھی اور اگر واضح طور پر نہیں بھی کہا گیا تھا تو ایک عام دستور سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب ایک انسان کسی تیسرے شخص کے متعلق کسی سے بات کرتا ہے جو کچھ ناپسندیدہ پہلو رکھتی ہے تو اس یقین اور اعتماد پر کرتا ہے کہ یہ بات اسے آگے نہیں پہنچائے گا ورنہ اگر پہنچانی ہو تو وہ خود کیوں نہ پہنچا دیتے تو دو منہ سے بات شروع سے ہی چل رہی ہے ایک سننے والی کے دو منہ بن گئے اور پھر جب وہ واپس پہنچے گی لڑنے کے لئے تو پھر یہ دو مونہہ پھر آگے دو دو منہ بنتے چلے جائیں گے۔ وہ کہے گی جھوٹ بول رہی ہے میں نے یہ تو نہیں کہا تھا۔ میں نے تو یہ کہا تھا اور وہاں سے پھر ایک جھوٹ کا تیسرا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور بسا اوقات اگر اس نے کہا بھی تو پھر دوسرے معنے پہنانے کی کوشش کرتی ہے۔ بعض دفعہ دوسری کو جھوٹا

کر دیتی ہے پھر وہ آتی ہے لڑتی ہوئی، لعنتیں ڈالتی ہوئی کہ تم نے یہی کہا تھا وہ کہتی ہے یہ میں نے نہیں کہا تھا تو ایک منہ جب پھٹ کر دومنہ بنتا ہے تو پھر پھٹتا چلا جاتا ہے اس کا پھر ایک منہ بننا بہت ہی مشکل کام ہے اور ایسے فسادات میں سب سے زیادہ مشکل پڑتی ہے فیصلہ کرنے کی کیونکہ ہر گواہی پھٹی ہوئی ہے اور اگر وہ کچھ حصہ مان بھی جائے تو کہے گی میرا یہ مطلب تو نہیں تھا میرا تو یہ مطلب تھا۔

جس طرح سیاست دان آج کل کہہ دیتے ہیں ہر بیان پہ ان کے بھی دومنہ ہو جاتے ہیں بے چاروں کے۔ تو یہ دومونہوں والی بات، ہے حضور اکرم ﷺ کی بہت گہری اور اس سے سوسائٹی کی بہت سی بیماریاں کھل کر واضح ہو جاتی ہیں اور اس کے نتیجہ میں ان کا علاج پھر ممکن ہے۔ تو اس کا تو علاج یہی ہے کہ ایسی باتوں سے گریز کیا جائے جن کے متعلق انسانی تجربہ ہے کہ ہمیشہ آگے پہنچتی ہیں اور بدل کر پہنچتی ہیں اور بگڑ کر پہنچتی ہیں۔ تو اول تو اگر کسی بھائی میں یا کسی بہن میں کوئی برائی دیکھی جائے تو خود بتانا چاہئے اس کو۔ یہ ایک منہ والی بات ہے اور خود بتائے اور اگر وہ اس سے ناراض ہے اس کے سننے کے نتیجہ میں ہوسکتا ہے کہ کہنے کا انداز بے ہودہ ہو مگر بالعموم اگر شریفانہ انداز میں ہمدردی سے بات کی جائے تو بگاڑ پیدا نہیں ہوتا تو اگر ہو جائے تو پھر اس کا قصور ہے جس نے بات سنی یا اس کا قصور ہے، جس نے بات کہی تو بظاہر نیک نیتی سے ہے لیکن دل میں زخم لگانے کی نیت ہے۔ پس آگے پھر یہ صورتحال ایسی ہے کہ اس کا باریک تجزیہ کرنا پڑتا ہے۔

بعض جا کر یہ کہتے ہیں کہ تم میں یہ بات ہے تم میں یہ بات ہے ہم نے تو سچ بولنا ہے، سچی بات کہنی ہے اور سچی بات کہنے کا بھی سلیقہ ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ نے ہمیں سب سلیقے سکھا دیئے ہیں کوئی پہلو ہماری زندگی کا ایسا نہیں چھوڑا جس میں معاملے کو خوب واضح نہ فرمایا ہو اور کھل کر بیان نہ فرمایا ہو۔ ایسی باتیں جو دوسرے کے لئے تلخی کا موجب ہوں اگر سچی ہوں تو آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ تمہیں وہ سچی باتیں دوسروں تک پہنچانے کا کوئی حق نہیں ہے اگر جھوٹی باتیں ہوں تو وہ تو افتراء ہے۔ چغلی کا مضمون بھی سچی باتوں سے تعلق رکھتا ہے لیکن اس سچ میں جھوٹ بھی شامل ہو جاتا ہے۔ یہ الگ مسئلہ ہے۔ بات کرنے والے نے سچا عیب بیان کیا ہو اور اسی سچے عیب کو سن کر اس شخص تک بات پہنچا دی جائے جس کے متعلق وہ بات بیان ہوئی تھی تو کہنے والا بھی سچا ہے، دوسرا جو وسیلہ بنا وہ بھی سچا ہے لیکن حرکت معیوب اور جھوٹی اور گندی ہے۔ ایسی گندی حرکت ہے کہ

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ گویا کسی کی طرف تیر پھینکا اس کے سینے کا نشانہ باندھا لیکن وہ اس کو لگا نہیں اس کے قدموں میں جا پڑا۔ تو ایک شخص نے سچائی کے نام پر وہ تیر اٹھایا اور اس کے سینے میں گھونپ دیا کہ نشانہ تو یہاں کا تھا اس تیر کو یہاں گرنے کا کیا حق تھا۔ تو وہ بھی قاتل ہے بلکہ زیادہ مکروہ قاتل ہے۔ پہلے نے تو شاید کسی غصے کی وجہ سے خواہ جائز تھی یا ناجائز تھی ایک طبعی جوش سے مجبور ہو کر یہ حرکت کی ہے اس ظالم نے تو بغیر کسی جواز کے یہ کہہ کر ایک معصوم شخص کی جان لی ہے چونکہ اس کے متعلق بات کی ہوئی تھی اس لئے میرا فرض ہے کہ میں اس کو پہنچاؤں۔

پس آنحضرت ﷺ نے ساری باتیں خوب کھول دی ہیں۔ سچ بہت اچھی بات ہے مگر کہاں بیان ہونا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو باتیں میں تم سے کہتا ہوں اور وہ ایسی باتیں ہیں جن کا سوسائٹی سے تعلق ہے وہ اچھی باتیں ہیں اور سوسائٹی کی امانت ہیں اس لئے تمہارا فرض ہے کہ وہ امانت آگے پہنچاؤ۔ اب یہ امانت کا ایک مفہوم ہے اور وہ یہ کہ آپ نے جو بات مجلس میں سنی ہے بغیر اس شخص کی اجازت کے جس نے وہ بات کہی ہو آگے نہیں پہنچانی۔ یہ ایک دوسرا مضمون ہے جو آنحضرت ﷺ نے امانت کے حوالے سے بیان فرمایا ہے۔

فرمایا ''المجالس بالامانة'' مجالس کے اندر ایک امانت کا مضمون داخل ہے خواہ کہا جائے یا نہ کہا جائے۔ وہ حدیث جس کی طرف میں اشارہ کر رہا ہوں وہ یہ ہے فرمایا:

**عن جابر بن عبد اللهؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اذاحدث الرجل حد یثاثم التفت فهی امانة.** (ترمذی کتاب البروالصلۃ)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کوئی بات بیان کرتا ہے اور پھر اس کی توجہ ہٹ کر کسی اور طرف ہو جاتی ہے اور وہ بات وہیں ختم ہوئی تو اتنی بات جو پہلے کر چکا تھا جس کا اس نے نہ نتیجہ نکالا، نہ یہ بتایا کہ لوگوں کے لئے ہے یا صرف تم تک رہنی چاہئے وہ تمہارے پاس امانت پڑی ہوئی ہے اور جس کی امانت ہے اس سے پوچھے بغیر تم اس کو آگے بیان نہیں کر سکتے۔ تو یہ ایک عمومی اصول ہے اپنے متعلق۔ یہ فرمایا کہ میں جو بات کرتا ہوں تمہاری بھلائی کے لئے کرتا ہوں، تمہاری خیر کے لئے کرتا ہوں، اس لئے یہ قوم کی امانت بن جاتی ہے اور مجھ سے سنو **فلیبلغ الشاهد الغائب** وہ جو حاضر ہے وہ اس بات کو اٹھائے اور جو غائب ہے اس تک

پہنچائے۔ تو لفظ تو دونوں جگہ امانت استعمال ہوا ہے مگر ان میں مفہوم بدل جاتا ہے۔ عام طور پر جو روزمرہ کی مجلسوں میں ہونے والی باتیں ہیں وہ امانت ہی رہتی ہیں اور پوچھے بغیر آگے نہیں چلانی چاہئیں۔

بعض دفعہ میں نے دیکھا ہے ہمارے گھروں میں بھی جب کھانے وغیرہ پر بات ہو رہی ہے تو بعض وہاں موجود لوگ وہ آگے بات کر دیتے ہیں اور بعض دفعہ وہ باتیں بگڑی ہوئی شکل میں پاکستان سے ٹکرا کر گنبد کی آواز بن کر مجھ تک پہنچتی ہیں۔ میں حیران ہو کے سوچتا ہوں کہ میں نے یہ کب کہا تھا تو پتا چلا کہ کھانے کی بے تکلف گفتگو میں بعض ایسی باتیں کہیں جو مناسب نہیں تھیں کہ ان کا اظہار پبلک میں ہو کیونکہ بعض ایسے لوگ اس میں ملوث تھے جن کا جماعت سے تعلق نہیں اور ان کی باتیں ان سے پوچھے بغیر مجھے کوئی حق نہیں تھا کہ میں عوام الناس میں پہنچا دوں جس سے ہو سکتا ہے کہ وہ سُبکی محسوس کریں۔ اس قسم کی چیز تھی، کوئی برائی نہیں تھی، کوئی چغلی نہیں تھی، لیکن امانت تھی اور سننے والوں نے سنا اور آگے پہنچا دیا اور پہنچاتے وقت بگاڑ پیدا کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو باتیں سن کر یہ چسکا رکھتا ہے کہ میں آگے بیان کروں اس میں عموماً دومونہی پائی جاتی ہے اور یہ مزاج کا خاصہ ہے، فطرتاً ایسے شخص میں دومونہی پائی جاتی ہے تو وہ چونکہ چسکے کی خاطر بات بیان کرنا چاہتا ہے اس لئے اس میں مبالغہ آمیزی بھی کرتا ہے

بڑھا لادیتے ہیں کچھ زیب داستاں کے لئے

جو بات مجھ سے سنی ہے وہ شاید اتنی زیادہ چسکے والی نہ ہو تو انہوں نے کہا کیوں نہ تھوڑا سا اور اضافہ کر دوں۔ عجیب وغریب لطیفے بنے وہ کہ میں حیران رہ گیا۔ پاکستان سے اطلاع ملی کہ فلاں فلاں لوگ ربوہ میں یہ باتیں بیان کرتے پھر رہے ہیں کہ آپ کے فلاں کے ساتھ تعلقات قائم ہوئے، فلاں سے یہ آپس میں عہد و پیمان ہوئے حالانکہ کوئی دور کی بھی سچائی ان باتوں میں نہیں تھی یعنی ان عہد و پیمان میں جن کے ذکر ہو رہے تھے۔ مگر بنیاد سچی تھی کہ بنیادی طور پر ایک واقعہ ہوا تھا جس کو غلط طور پر پہنچایا گیا۔ تو لوگ جو خاموشی سے کرتے ہیں ان کی نیت میں ایک فتنہ اور خرابی ضرور ہوتی ہے ورنہ ایسے موقع پر پوچھ لینا چاہئے۔ جب آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ امانت تو پوچھنا چاہئے اور بعض دفعہ اس شخص تک بات پہنچاتے ہیں جس کے متعلق ذکر کیا ہے، ذکر سچا ہے میں اور رنگ میں اس کی اصلاح کی کوشش کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میری نیت یہ ہوتی ہے کہ باقاعدہ نظام

جماعت کی معرفت اس سے پوچھوں گا اور ایک خاص ذہن میں طریق ہے اور ضمناً کوئی بات کرتا ہے تو اس کے جواب میں میں وہ بات کر دیتا ہوں۔ تو جہاں بھی یہ بات ہوتی ہے وہ امانت بن جاتی ہے۔

تو چغلی میں بھی مختلف درجے ہیں۔ بعض ادنیٰ درجے کی چغلیاں ہیں جن میں اتنی گھناؤنی نیت شامل نہیں ہوتی جتنی عموماً چغلی کے ساتھ وابستہ ہے بلکہ وہ بے احتیاطیاں ہیں جن کو آنحضرت ﷺ اپنے اعلیٰ مقام سے جب دیکھتے ہیں تو انہیں خیانت بیان فرماتے ہیں۔ کہتے ہیں جن مسلمانوں کا مجھ سے واسطہ ہے، جو میرے تربیت یافتہ ہیں، ان سے میں جس اعلیٰ مقام کی توقع رکھتا ہوں ان سے یہ باتیں بھی خیانت بن جاتی ہیں۔ کتنا بلند معیار ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی امت میں دیکھنا چاہتے ہیں تو یہاں تک فرمایا کہ التفات کرے دوسری طرف۔ یہ عجیب بات ہے مگر بہت ہی گہری بات ہے کہ بعض دفعہ انسان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ اس بات کو آگے مکمل کرے گا اور پھر یہ بھی بات کرے گا کہ یہ باتیں آگے کرنی ہیں یا نہیں کرنی۔ اتنے میں کوئی اور آ گیا تو بات ختم ہوگئی تو ایسا شخص یاد رکھے کہ وہ آدھی بات اس کے پاس امانت رہتی ہے جب تک امانتدار امانت والے سے اجازت نہ لے لے اس وقت تک وہ آگے کسی سے بات کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ یہ ایک لمبی حدیث ہے جس میں بہت سی نصائح فرمادی گئی ہیں اور یہ مسلم باب الظن و بخاری کتاب الادب سے لی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

بدظنی سے بچو کیونکہ بدظنی سخت قسم کا جھوٹ ہے، ایک دوسرے کے عیب کی ٹوہ میں نہ رہو، اپنے بھائی کے خلاف تجسّس نہ کرو، اچھی چیز ہتھیانے کی حرص نہ کرو، حسد نہ کرو، دشمنی نہ رکھو، بے رخی نہ برتو، جس طرح اللہ نے حکم دیا ہے اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو، مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور اس پر ظلم نہیں کرتا، اسے رسوا نہیں کرتا، اسے حقیر نہیں جانتا۔ اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے۔ یعنی مقام تقویٰ دل ہے اب یہ بھی مترجم نے کہہ دیا ہے یعنی مقام تقویٰ دل ہے حالانکہ میں اس سے یہ سمجھتا ہوں تقویٰ کی اصل کسوٹی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور جو بھی آپؐ کے دل پر گزرتی ہے یا آپؐ کے اعمال میں بات جاری ہوتی ہے وہی تقویٰ کا معیار ہے اس کے سوا کوئی قابل قبول نہیں ہے اگر وہ اس سے متصادم ہو۔ تو تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے ایک اپنی چھاتی کی طرف اشارہ ہے۔ یہ کہنا پیش نظر نہیں تھا کہ

دل میں ہوتا ہے۔کس کس کے دل میں ہوتا ہے کس کس میں نہیں ہوتا۔ارب ہا دل ہیں جن میں تقویٰ نے جھانک کر بھی نہیں دیکھا ہوا۔اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ تقویٰ یہاں ہے سے مراد تقویٰ دل میں ہے۔مراد یہ ہے کہ میرے دل میں ہے اگر دل کا حوالہ ہے تو یہ مراد ہے کہ تقویٰ محمد مصطفی ﷺ کے دل میں ہے۔آپ کا سینہ تقویٰ کے نور سے روشن ہے۔اگر تم نے تقویٰ سیکھنا ہے تو آنحضور ﷺ سے سیکھو اور کوئی راہ نہیں ہے تقویٰ کی حقیقت کو سمجھنے کی۔پس اس پہلو سے آپ نے یہ ساری باتیں جو بیان فرمائی ہیں وہ تقویٰ کا ملخص بیان فرمایا ہے۔

اب غور کر کے دیکھیں کن کن جگہوں پر ہم ٹھوکر کھاتے ہیں ان ان جگہوں پر بچنے کے سائن بورڈ لگا دیئے اور تقویٰ کا ایک معنی بچنا بھی مراد ہے کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہاں ٹھوکریں ہیں کہاں خطرناک موڑ ہیں کہاں گڑھے ہیں کہاں اور قسم کے خطرات تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔اس زندگی کے سفر میں بیان کردہ سائن بورڈز یا جونشان لگا دئے گئے ہیں ان کو غور سے دیکھنا اور ان کے خلاف عمل نہ کرنا ورنہ خود نقصان اٹھاؤ گے۔

پھر فرمایا ایک انسان کے لئے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ہر مسلمان کی تین چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں۔اس کا خون،اس کی آبرو،اس کا مال۔اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کی خوبصورتی کو نہیں دیکھتا اور نہ تمہارے اموال کو بلکہ اس کی نظر تمہارے دلوں پر ہے(مسلم کتاب القسامہ) اور ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ایک دوسرے سے حسد نہ کرو،اپنے بھائی کے خلاف جاسوسی نہ کرو،دوسرے کے عیبوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو،ایک دوسرے کے سودے نہ بگاڑو،اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔(مسلم کتاب البر والصلہ حدیث:4650)

تو اس میں وہ تمام خطرات بیان فرما دیئے گئے جو عموماً معاشرے کا امن بگاڑنے پر منتج ہوتے ہیں،اس کا محرک بنتے ہیں،اس کی وجہ بن جاتے ہیں اور اتنا کھول کھول کر بیان فرما دیا گیا ہے کہ اگر ہم اپنے معاشرے میں یعنی احمدی معاشرے میں اس حدیث کی روشنی میں اپنے اعمال کی نگرانی شروع کریں تو سب سے پہلے یہ صدمہ پہنچے گا دیکھ کر کہ ابھی بہت کچھ سیکھنا اور بہت کچھ کرنا ہے۔کیونکہ ان میں بہت سے ایسی باتیں ہیں جو عام طور پر اچھے نیک لوگوں میں بھی کسی نہ کسی حد تک اور کسی نہ کسی مرتبے تک پائی جاتی ہیں اور جب وہ جڑ موجود رہتی ہے تو جب وقت آتا ہے،جب موسم

بدلتا ہے تو اس جڑ سے پھر وہ فساد کا اور خبیث پودا نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے یہ ساری جڑیں بیان فرما دی ہیں اور ضروری نہیں کہ یہ ہر وقت ہر ایک کو دکھائی دیں۔ ان میں سے ہر ایک چیز ایسی ہے جس میں یہ مادہ موجود ہے کہ وہ سر اٹھائے اور نہایت ہی خبیث درخت بن جائے جس کے پھل سے جنتیں جہنموں میں تبدیل ہو سکتی ہیں وہ شجرہ ممنوعہ ہے ہر ایک ان میں سے، جس کے بعد جنتوں کے امن اٹھ جایا کرتے ہیں تو ہم نے تو دنیا کے حالات تبدیل کرنے ہیں اور جنت اپنے معاشرے میں پیدا کئے بغیر کیسے کسی کو بلا سکتے ہیں۔ اس لئے بحثوں کے بھی کچھ وقت ہوتے ہیں۔ اختلافات کو دلیلوں سے حل کرنے کے بھی موسم ہوا کرتے ہیں لیکن آج کل کا جو دور ہے اس میں سب سے زیادہ وقت کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے اعمال سے ایک ایسا حسین معاشرہ دنیا کے سامنے پیش کریں کہ وہ دیکھیں اور انہیں محسوس ہو کہ جنت ہے تو یہاں ہے اور اس میں آئے بغیر انہیں تسکین نہ ہو، انہیں امن میسر نہ آئے۔

یہ وہ باتیں ہیں جو محض کوئی فرضی اوپر کے دائرے میں دوڑنے والی باتیں نہیں ہیں یہ وہ روزمرہ کی زندگی میں ہر گھر میں ہونے والی باتیں ہیں جن کے متعلق میں آپ سے گفتگو کر رہا ہوں۔ ایسی باتیں ہیں جن کا بڑے شہروں سے تعلق ہے نہ تعلیم یافتہ سوسائٹیوں سے تعلق ہے۔ ہر انسان کی ہر زندگی سے، خواہ وہ گلیوں میں پلنے والا بچہ ہو، خواہ وہ محلّوں میں پالا پوسا جانے والا لعل ہو، ہر ایک سے برابر کا تعلق ہے، ہر غریب سے غریب گھر سے بھی تعلق ہے، امیر سے امیر گھر سے بھی تعلق ہے۔ پس غور سے سن لیں کہ یہ وہ چیزیں ہیں جن سے ہمیں باز رہنا ہوگا باز آنا پڑے گا ورنہ نہ ہم جنت حاصل کر سکتے ہیں نہ دنیا کو جنت دینے کے دعویدار بن سکتے ہیں۔

فرمایا، بدظنی سے بچو کیونکہ بدظنی سخت قسم کا جھوٹ ہے اور بدظنی ایک ایسی چیز ہے جو بسا اوقات ہمارے معاشرے میں اتنی پائی جاتی ہے کہ بدظنی کے بعد پھر اور کہانیاں بنتی چلی جاتی ہیں اور انسان کہتا ہے کہ فلاں نے یہ کہا، یوں کیا ہوگا اور بعض دفعہ آدمی حیران رہ جاتا ہے ایک اس سلسلہ میں تحقیق میں نے کی۔ ایک شخص نے ایک ایسی بات کسی کے متعلق بیان کی جو میرے علم میں تھی کہ بالکل جھوٹ ہے اور جب میں نے جواب طلبی کی تو عجیب وغریب خط آیا کہ اس نے جو فلاں بات کی تھی اس سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ یوں کی ہوگی۔ اس کا اثر فلاں شخص پہ جو میں نے کہا تھا پڑا ہے وہ اس لئے لکھا تھا کہ اس شخص کا میں نے اندازہ لگایا کہ جب یہ بات ایسی کی ہے اور اس وجہ سے کی ہوگی تو جب یہ

دوسرے کو پہنچی ہوگی تو اس کا یہی ردعمل ہوا ہوگا۔اس لئے میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔اب دیکھیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، یہ سارا بدترین جھوٹ ہے۔ بنا ہی استدلال کی جھوٹ پر ہے۔اول تمہیں کس طرح پتا لگا کہ اس نے کس نیت سے بات کی تھی۔ پھر یہ کیسے پتا چلا کہ دوسرا آدمی جس کے متعلق بات تھی اگر اس سے پہنچی بھی ہو تو وہ بھی اسی ٹیڑھی سوچ کے ساتھ سوچے گا جس سے تم نے سوچا اور وہی نتیجہ نکالے گا جو تم نے نکالا ہے اور پھر نہ یہ تحقیق کہ یہ اسے پہنچی بھی ہے کہ نہیں اور پھر ایک اور تیسری منزل بنالی کہ فلاں شخص کے متعلق میں نے سوچا کہ یہ اثر اس پر پڑا ہوگا اور خلاصہ یہ نکالا کہ یہ واقعہ ہو گیا۔ایسا بے ہودہ طریق ہے جو آنحضرت ﷺ کی کھلی نصائح کو ترک کرنے اور ان کو اہمیت نہ دینے کے نتیجے میں ہماری سوسائٹی میں رفتہ رفتہ پیدا ہو جاتا ہے اور یہ جو ظن ہے یہ میں بتا رہا ہوں ایسے لوگوں کا، جن کے متعلق توقع ہے کہ وہ عالم دین بھی ہیں اور معاشرے میں ایک بڑا مرتبہ اور مقام رکھتے ہیں وہ بھی اس قسم کی بے ہودہ باتوں میں ملوث ہو جاتے ہیں۔

پھر فرمایا ایک دوسرے کے عیب کی ٹوہ میں نہ رہو۔اب بہت سے جھگڑے ہمارے پاکستان سے آئے ہوئے بسنے والوں میں خصوصاً جرمنی میں جو پائے جاتے ہیں اس میں ایک بڑی وجہ دوسرے کے عیب کی ٹوہ میں لگے رہنا ہے۔ایسی بے ہودہ عادت اور اس کا اصل میں اگر مزید تجزیہ کریں تو اس کی ایک وجہ یہ بنتی ہے کہ ایک انسان جب دوسرے کو اپنے سے اچھا دیکھے اور خود اچھا بننے کی صلاحیت یا طاقت نہیں ہے کہ نیکی میں اس سے آگے بڑھ سکے تو اس کی ٹانگ کھینچ کے اپنے سے نیچا کرنے کی جو خواہش ہے وہ ہے جو ٹوہ لینے پر منتج ہوتی ہے کہ اچھا وہ ہمیں پتا ہے جیسا بنا پھرتا ہے، جیسے معاشرے میں عزت ہے چلو ہماری تو نہیں مگر ہم اس کی ایسی بات نکالیں گے کہ سارے معاشرے میں کہہ سکیں گے کہ یہ ہے وہ شخص، اصل حقیقت یہ ہے اور جو بدنیتی سے ٹوہ لگاتا ہے اس کی ٹوہ میں اور اس کے نتیجوں میں ظن لازماً شامل ہوتا ہے اور بدظن شامل ہوتا ہے جو ظن کی مکروہ شکل ہے اور پھر وہ تجسّس کر کے اس کے عیب اگر نکالتا بھی ہے تو اس کو خدا اور رسولؐ نے حق ہی نہیں دیا ہے اس کو دوسروں کے سامنے بیان کرے۔بغیر تجسس کے بھی آپ کے علم میں جو بات آتی ہے اسلامی معاشرے میں آپ کو کوئی حق خدا نے نہیں دیا کہ آپ بات کو اچھال کر عوام الناس میں پھیلائیں۔جو اولوالامر ہیں جن کے سپرد نظام کیا گیا ہے ان تک باتیں پہنچانا فرض ہے لیکن اتنی ہی باتیں جو سچی

ہوں لیکن عوام الناس میں ان باتوں کی تشہیر تو شروع ہی سے منع ہے بلکہ بعض صورتوں میں بڑی سخت سزا دی گئی ہے۔ ایک صورت میں تو اَسی کوڑے کی سزا ہے ایسے شخص کے لئے قطع نظر اس کے کہ یہ واقع ہوا ہوگا یا نہیں ہوگا۔ قرآن نے جو شرط لگائی ہے ان شرائط پر چونکہ وہ بیان کرنے والا پورا نہیں اترتا اس لئے اس نے ناحق تشہیر کی ہے ایک بات کی اس لئے اسے اسی کوڑے کی سزا مقرر فرما دی گئی ہے۔ چھوٹی موٹی باتوں میں جہاں سزا نہیں ہے وہاں تو لوگ بے دھڑک ایسی باتیں کرتے ہیں، ٹوہیں لگاتے، اندازے لگاتے، پھر چسکے لینے کے لئے سوسائٹی میں وہ باتیں پھیلاتے اور اس نتیجہ میں سارے معاشرے میں وہ زہر گھول دیتے ہیں۔

فرمایا اچھی چیز ہتھیانے کی بھی حرص نہ کرو اور دیکھیں ان دونوں باتوں کو اکٹھا جوڑ دیا ہے۔ تجسس اور اچھی چیز کو اور یہی وہ نفسیاتی نکتہ ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھا تھا کہ کسی کی اچھی چیز ہے جو اس کے پاس ہے، تمنا یہ ہے کہ وہ مجھے ملے خواہ عزت ہو یا کوئی اور دنیا کا مقام ہو یا کوئی مال و دولت وغیرہ قسم کی چیز ہو۔ کسی بھائی کو اچھا دیکھا جائے اور یہ تمنا ہو مجھے مل جائے میں اس سے لے لوں میری ہو جائے یہ ہے جو پھر کئی طرح سے اس سے انتقام لینے پر انسان کو آمادہ کرتی ہے اور ایک انتقام کا طریق یہ ہے اس کی برائیاں ڈھونڈو اور اسے معاشرے میں پھیلاؤ۔

فرمایا حسد نہ کرو۔ اچھی چیز دیکھ کر تمہارے دل میں حسد پیدا ہوتا ہے۔ ہر بات جو فطرت کے اندر موجود ہے اس کی دو صورتیں ہیں اور دونوں صورتیں آنحضورﷺ نے بیان فرما دی ہیں۔ ایک صورت اس حدیث میں پیش ہو رہی ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کو اچھا دیکھتا ہے۔ اگر اچھا دیکھتا ہے تو اس کے نتیجے میں اگر کوئی تکلیف ہو رہی ہے کسی قسم کی تو پھر جو کچھ بھی جذبات پیدا ہوئے ہیں وہ حسد ہیں۔ اگر خوشی ہو رہی ہے تو اسے رشک کہتے ہیں وہ حسد نہیں ہے۔ تو آنحضورﷺ نے رشک سے منع نہیں فرمایا ہے اور حسد کی پہچان یہ ہے اور ایسی پہچان ہے جو کبھی آپ سے جھوٹ نہیں بولے گی۔ جب اپنے بھائی کو کسی اچھی حالت میں دیکھیں تو اپنے دل میں ٹٹول کر دیکھیں کہ آپ کو خوشی ہوئی ہے کہ غم پہنچا ہے۔ اگر معمولی سا بھی صدمہ ہوا ہو تو پھر آپ میں حسد پیدا ہونے کا احتمال موجود ہے، یہ خطرہ موجود ہے اور اگر خوشی ہے تو پھر آپ شوق سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے، اس خوشی سے فائدہ اٹھائیں اور وہ فائدہ یہ بیان فرمایا ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اور یہ رشک

کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔فرمایا اگر کوئی اچھا لگتا ہے تو اس خوبی میں اس سے آگے نکلنے کی کوشش کرو یہ منع نہیں ہے، یہ رشک کی پیداوار ہے۔حسد کی پیداوار یہ ہے کہ اس کی خوبی کو برائی میں تبدیل کرنے کی کوشش کرو۔خواہ سچ ہو یا جھوٹ ہو اور مقصد دونوں صورتوں میں اوپر آنا ہے۔اب موازنہ کر کے دیکھیں دونوں صورتوں میں آخری نتیجے کی نیت ایک ہی ہے کہ میں اوپر ہو جاؤں اس سے۔

فرمایا ایک طریقہ ایسا ہے جس سے تمہاری فطرت کی پیاس بجھے گی اور اچھے طریق پر بجھے گی اور وہ ہے اونچے بے شک ہو، اونچے ہونے سے منع نہیں فرمایا گیا۔کہیں بھی انسانی فطرت کے طبعی جذبات کو غلط قرار نہیں دیا کیونکہ یہ خدا کی پیداوار ہے خدا نے پیدا کیا ہے ان چیزوں کو، ان کے برمحل استعمال کا نام اعلیٰ خلق ہے، ان کے برمحل استعمال کا نام نیکی ہے، تمنا تو ہے کہ میں اونچا ہوں بھائی سے لیکن اسی کی نیکی میں اس کو شکست دے کر اعلیٰ درجے کی نیکی حاصل کر کے بے شک آگے بڑھ جاؤ لیکن اس اچھائی کو برائی میں تبدیل کر کے یا ایسی برائی اس میں ڈھونڈ کر جو اس میں ہے ہی نہیں اور وہ بیان کر کے یا برائی ڈھونڈ کر جو اس میں ہے پھر اس کی تشہیر کر کے جو کام تم کرو گے وہ حسد کے نتیجے میں ہے اور قرآن اس کی اجازت نہیں دیتا۔

پھر فرمایا حسد نہ کرو، دشمنی نہ رکھو کیونکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے حسد پہلے بھی کھول کر بیان کر چکا ہوں ۔حسد بنیادی طور پر کسی دشمنی کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے اور یہ مزید پہچان ہے کہ ہمارے تعلقات کیسے ہیں۔اگر کسی کی خوبی، اس کو خدا کی کوئی عطا کسی انسان کو تکلیف دیتی ہے تو اس کے نتیجہ میں حسد تو پیدا ہوگا مگر حسد پہچان ہے دشمنی کی، ایسا شخص اس کا بھائی نہیں ہے، بھائی کہلاتا بھی ہے تو بھائی والی محبت دل میں موجود نہیں بلکہ بنیادی طور پر اس سے کچھ عداوت ہے۔تو فوراً فرمایا حسد نہ کرو، دشمنی نہ رکھو کیونکہ آنحضورﷺ سے بڑھ کر انسانی نفسیات کا ماہر نہ کبھی پیدا ہوا نہ کبھی ہوسکتا ہے۔انسان ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے جب آپؐ کی چھوٹی چھوٹی پاک نصیحتوں پر غور کرتا ہے کہ کیسے گہرے گہرے نفسیات کے نکات ان میں موجود ہیں۔

بے رخی نہ برتو، دشمنی تو اس سے ہے لیکن اس کے اظہار مختلف ہیں اور کچھ نہیں تو ایک اظہار یہ بھی فرمایا کہ انسان اس سے بے رخی برتنے لگ جاتا ہے اور بے رخی کمزور سے بھی برتی جاتی ہے اور اپنے سے بڑے سے بھی برتی جاتی ہے ۔یہ وہ نکتہ ہے جسے آنحضورﷺ سمجھا رہے ہیں اور اسے یوں سمجھنا چاہئے۔اس سارے تعلق میں آپ کے کسی اچھے سے تعلقات کی

باتیں ہورہی ہیں اوراس کے نتیجہ میں جو آپ کے دل میں ردعمل پیدا ہور ہے ہیں ان کے تذکرے ہیں۔اس پر بے رخی انسان کیسے برتتا ہے۔ہوتا یہ ہے کہ بسا اوقات اچھا دیکھ کر دل ایسا کڑھتا ہے کہ اس سے انسان تعلق ہی توڑ لیتا ہے اور یہ بھی ایک تکبر کا اظہار ہے کہ ہمیں کوئی پرواہ نہیں اسکی، ہم اس کی طرف پیٹھ پھیر کے ادھر چلے جاتے ہیں اور خصوصاً پنجاب کے شریکوں میں جو روایتی طور پر ہمارے زمیندارہ خاندانوں اور آپس کے تعلقات میں پایا جاتا ہے یہ بہت ہی نمایاں چیز ہے۔ایک اپنی بڑائی اور رانا کا ایک یہ طریق ہے۔ہوگا وہ لکھ پتی ،اپنے گھر ہوگا،ہمیں اس کی کوڑی کی بھی پرواہ نہیں ،ہم اس کی دعوت پہ بھی نہیں جاتے ،اس کو چھوٹا سمجھتے ہیں۔تو آنحضورﷺ دشمنی کے ایک طریق کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں بے رخی نہ برتو۔

جس طرح اس نے حکم دیا ہے اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کے رہو۔مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور ہوتا کیا ہے بھائی بھائی پہ ظلم کررہا ہے آج کل۔میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ باتیں چھوٹی چھوٹی سی ہیں بظاہر ہر ایک کو سمجھ آرہی ہیں۔کیوں نہ ہم ایسا کریں اچھی باتیں مگر کرتا کون ہے۔بہت کم ہیں جو ان باتوں کی اہمیت کو سمجھتے ہیں کم سے کم جب اپنی زندگی پر ان باتوں کا اطلاق ہوتا ہے تو ساری اچھی باتیں اس وقت دکھائی دینا بند ہو جاتی ہیں اور صرف بری باتیں دکھائی دینے لگتی ہیں۔چنانچہ فرمایا وہ اس پر ظلم نہیں کرتا حالانکہ بہت سے ایسے جھگڑے میرے پاس پہنچتے ہیں احمدیوں میں بھی کہ بھائی نے بھائی پہ ظلم کیا ہوا ہے۔جائیدادوں پہ قابض ہو گیا تو پھر چھوڑنے کا نام نہیں لیتا۔کسی اور رنگ میں فوقیت ہے تو اپنے بھائی کو اس میں شامل نہیں کرتا،اس کی تذلیل کرتا ہے،حقارت سے دیکھتا ہے اور اس کے نتیجے میں پھر بہت سے تعلقات بگڑتے ہیں،خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور جماعت میں ہمیں جو یکسوئی جو اتفاق چاہئے ،جس کے بغیر ہم ترقی نہیں کر سکتے اس اتفاق سے ہم محروم رہ جاتے ہیں اور یہ جو جھگڑے ہیں یہ کسی ایک ملک سے وابستہ نہیں ہیں ہندوستان میں بھی ہیں، بنگلہ دیش میں بھی ہیں، دوسرے ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں اور جہاں جہاں یہ پائے جاتے ہیں،افریقہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔وہاں جماعت کی ترقی رک جاتی ہے تو ایک چھوٹی سی بات کا اتنا بڑا گندا نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کے نتیجے میں ساری جماعت کا نقصان ہوتا ہے اور اس کے علاوہ ساری دنیا کا نقصان ہوتا ہے کیونکہ جن کو تبلیغ پہنچنی چاہئے تھی آپس کے اختلافات کی وجہ سے وہ آگے نہیں پہنچ رہی۔

میں نے ایک دفعہ ذکر کیا تھا ہمارے بعض اضلاع پاکستان میں ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آغاز میں بہت احمدیت نے ترقی کی ہے اور ایسی صلاحیتیں موجود تھیں کہ اگر اسی رخ پر چلتے رہتے تو آج پاکستان کے مسائل بالکل مختلف ہوتے اور جماعت کو جو خدا تعالیٰ نے اصلاح کی صلاحیت بخشی ہے اس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کے فضل سے پاکستان کی کایا پلٹ سکتی تھی لیکن اب دیکھیں مسائل کتنے بدل گئے ہیں کیونکہ جماعت کو انہوں نے تحقیر کی نظر سے دیکھ کر ان کی خوبیوں اور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے سے انکار کر دیا ہے اور ہر دوسری بدی کو کھلی بانہوں سے سینے سے لگاتے ہیں۔اس صورت میں کتنا بڑا نقصان قوم کو پہنچا ہے اور اگر آپ تجزیہ کر کے دیکھیں جیسا کہ میں نے کیا اور گاؤں گاؤں پہنچ کر میں نے حالات کا جائزہ لیا تو ہر جگہ یہ بات نظر آئی کہ جن دیہات میں، جن اضلاع میں آپس میں اختلافات پیدا ہو گئے ہیں، شریکوں کے پرانے تصور جاگ اٹھے ہیں، ایک دوسرے سے رقابتیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں، چوہدراہٹوں نے غلط رخ اختیار کر لئے ہیں وہاں جماعت کی ترقی بند اور تنزل شروع، اگلی نسلیں نہیں سنبھالی گئیں، اپنے بچے اپنے ہاتھوں سے دیکھتے دیکھتے نکلے اور غیروں کی گود میں جا بیٹھے، یہ کچھ نہیں کر سکے کیونکہ ان کی ساری مجالس کا جو زور تھا وہ ایک دوسرے کی برائی میں، ایک دوسرے کی دشمنی میں اور اس کے نتیجے میں پھر گندے اخلاق کی نسلیں پیدا ہوئی ہیں۔ان میں کہاں یہ طاقت کہ معاشرے میں انقلاب برپا کر سکیں۔ جہاں اصلاح ہوئی وہاں اللہ کے فضل سے حیرت انگیز تبدیلیاں ہوئی ہیں۔

ہندوستان میں بھی یہی صورت تھی بعض جگہ ابھی بھی ہے۔ایک جماعت چونکہ اب اصلاح پذیر ہو چکی ہے اس کا میں نام لے دیتا ہوں، کلکتے کی جماعت تھی سال ہا سال ان کے اوپر میں نے زور مارا کہ خدا کے لئے اپنے اختلافات ختم کرو، چھوٹے چھوٹے اختلافات، کمینے اختلافات لیکن خاندان، خاندانوں میں بٹے ہوئے، بھائی بہنوں سے جدا ہوئے ہوئے اور اس قدر وہ جماعت اپنے اثر کے لحاظ سے، اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے سکڑ گئی تھی، جیسے کینسر کا مریض ہو جائے اور وہ چیز سکڑنے لگتی ہے بعض دفعہ گردوں کا کینسر ہو جائے وہ سکڑنے لگتے ہیں، پٹھوں کا کینسر ہو وہ بھی سکڑنے لگتے ہیں۔تو اپنے آپ پر اپنی بدی کے گرد لپیٹ کر وہ چھوٹے ہونے لگ جاتے ہیں۔پس اس طرح کی صورت حال وہاں موجود تھی مگر اتنی بڑھی ہوئی نہیں جیسے میں نے مثال دی ہے مگر بے برکتی تھی، کوئی

ترقی نہیں، کسی قسم کا فیض ان سے غیروں کو جاری نہیں ہو رہا تھا۔ ان پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے لمبے عرصے تک محنت کی توفیق ملی، جھگڑوں کا پھر خود فیصلہ کرنا پڑا آخر بلا کر، اور یہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو سعادت بخشی کہ باوجود اس کے کہ پہلے کسی طرح بھی بعض فیصلے ماننے پر تیار نہیں ہوتے تھے جب ان کو یہ کہا گیا کہ آج کے بعد اس فیصلے کو مانو یا مجھ سے تعلق کاٹ لو تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعض ایسے معاملات میں بھی جہاں معلوم ہوتا تھا کہ اصلاح کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہی اس مقام پر پہنچ کر انہوں نے آگے قدم نہیں بڑھایا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے اگر یہ بات ہے تو جو بھی فیصلہ ہے ہم آپ سے تعلق نہیں توڑیں گے اس فیصلے کو قبول کریں گے۔

اب اللہ نے ایسی برکت دی ہے کہ سارے ہندوستان میں تبلیغی کامیابی کے لحاظ سے کلکتہ اور اس کے ماحول جیسا اور کوئی مقام نہیں۔ حیرت انگیز انقلاب برپا ہو رہا ہے دشمن کوششیں کر رہا ہے لیکن کچھ ان کی پیش نہیں جاتی اور وہ آسام تک نیپال تک اثر ڈال رہے ہیں اور خدا کے فضل کے ساتھ ان کی راہ کوئی روک نہیں سکتا اور ابھی وہ سارے بیدار نہیں ہوئے ہیں۔ میں جانتا ہوں ابھی ایک حصہ ہے مگر اتفاق کی برکت ضرور ہے جس سے سارے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ کچھ اور بھی رخنے ہونگے اللہ بہتر جانتا ہے مگر خدا کے فضل سے اگر ہیں تو اتنے سمٹ گئے ہیں اور سکڑ گئے ہیں کہ ان کا جماعت پر کوئی بد اثر نہیں ہے۔ اگر وہ بھی دلوں سے نکال پھینکیں اور جس طرح حضور اکرم ﷺ ہمیں بھائی بھائی بنانا چاہتے ہیں وہ پھر ایک دفعہ اور قوت کے ساتھ بھائی بھائی بنیں تو مجھے یقین ہے کہ سارے علاقے میں یہ عظیم روحانی انقلاب برپا ہو جائے گا۔ بڑے بڑے مولویوں کی دور دور سے توجہ ہے، وہ آتے ہیں، جلسے کرتے ہیں، سارا زور لگاتے ہیں کہ کسی طرح نئے ہونے والے احمدی اپنے موقف سے پھر جائیں اور احمدیت کو ترک کر دیں یہاں تک کہ بڑی شدید جسمانی اذیتیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ موت کے کنارے تک پہنچ گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا استقلال بخشا، ایسا صبر عطا کیا ہے اور ایسی محبت جماعت سے پیدا ہو گئی ہے کہ وہ نہ ڈرانے سے باز آتے ہیں، نہ لالچ سے جماعت سے منہ پھیرتے ہیں اور بنیادی طور پر وہی چیز ہے اور کوئی انقلاب نہیں برپا ہوا صرف یہ کہ آپس میں جو اختلافات تھے وہ خدا کے نام پر اور خلافت سے تعلق کے نتیجے میں اختلافات پر اپنے دماغ کی راہ سے قائم رہتے ہوئے ان کو ترک کر دیا۔ یہ قربانی ہے یعنی یہ ضد نہیں توڑی کہ ہم سچے ہیں اور وہ جھوٹا ہے لیکن یہ بات مان گئے جو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام میں نے ان کو دیا کہ ”سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو“ (کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ:۱۲) میں یہ بحث نہیں کرتا کہ تم سچے ہو کہ وہ جھوٹے۔ تم اگر جھوٹے ہو، وہ جھوٹا ہے، تم سچے ہو تو مسیح موعودؑ نے سچوں کو فرمایا ہے جھوٹوں سے مخاطب ہی نہیں ہوئے۔

سچوں کو فرمایا ہے ”سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو“ اس سے بڑا اصلاح کا اور کوئی نسخہ ممکن نہیں۔ یہ اس امام کی فراست ہے جس نے خدا سے نور پایا ہے۔ کیسا عظیم حل ہے ورنہ اگر آپ بحثیں کرتے رہیں کہ ثابت کردیں کہ فلاں جھوٹا اور فلاں سچا تو بعض ایسے جھگڑالو لوگ ہیں اور بعض نزاع ایسے پیچیدہ ہوتے ہیں کہ نہ سننے والے مانیں گے نہ آپ حقیقت میں آخری یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں سچا اور فلاں جھوٹا۔ حالات کے مطابق ایک سرسری اندازہ سا ہے اور بعض پیچیدہ حالات میں اندازے سے بڑھ کر اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ تو بعض لوگ شکوے کرتے ہیں کہ نہیں غلط فیصلہ ہو گیا، شریعت کے خلاف ہو گیا۔ ہم سچے ہیں فلاں جھوٹا ہے ان کے اوپر میں نے ہمیشہ یہ ترکیب استعمال کی ہے کہ اس بحث کو چھوڑ دو کہ آخر انسان کا فیصلہ ہے غلطی ہو سکتی ہے مگر تمہیں فیصلہ ماننا ہوگا۔ میں پھر جب یہ کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تم سے مخاطب ہیں کیونکہ تم اعلان کر رہے ہو کہ تم سچے ہو اگر تم اس دعوے میں سچے ہو تو حضرت مسیح موعودؑ تمہیں کہہ رہے ہیں کہ اے سچو! سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو۔ یہ وہ نسخہ ہے جو ضرور کارگر ثابت ہوتا ہے اگر ایسے شخص کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی محبت کی رمق باقی رہ گئی ہو۔

حضرت رسول اللہ ﷺ دیکھو مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ بھائی بن کر رہو بھائی دوسرے پر ظلم نہیں کرتا مگر افسوس کہ ابھی تک ہمارے معاشرے میں بھائی کے بھائی پر ظلم کے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں اسے رسوا نہیں کرتا جبکہ آج بھی بعض بھائی دوسرے بھائیوں کی رسوائی کے در پے ہوتے ہیں، کوشش کرتے ہیں کہ وہ رسوا ہو جائے۔ اسے حقیر نہیں جانتا اب حقیر نہیں جانتا جو ہے یہ بہت ہی اہم ہے۔ اگر ایک انسان اپنی حقیقت کو پہچان جائے تو وہ دوسرے کو حقیر جان ہی نہیں سکتا۔ یہ نہیں فرمایا کہ حقیر نہیں کہتا۔ حقیر نہ کہنا اور بات ہے، حقیر جاننا اور بات ہے۔ جاننے سے مراد یہ ہے کہ اپنے دل پہ جب وہ غور کر کے دیکھتا ہے تو وہ دوسرے کو حقیر جانتا ہی نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

؎ بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں (درثمین)

تم ہر ایک سے اپنے خیال میں بدتر بنو یہ نہیں کہ دوسروں کے خیال میں بدتر بنو۔ پھر دیکھو کہ شاید یہی نسخہ کام آجائے اور اللہ کے وصال کے گھر میں تمہارا اسی وجہ سے داخلہ ہو جائے۔ پس آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ’’وہ اسے حقیر نہیں جانتا‘‘ کیونکہ جب وہ اپنے نفس پر غور کرتا ہے تو پھر اس کی آواز یہ ہے کہ تم حقیر ہو اور اگر تمہاری عزت ہے تو محض خدا کی پردہ پوشی کی وجہ سے ہے۔ اگر تمہیں کوئی مرتبہ اور مقام حاصل ہے تو محض اللہ کے احسان اور فضل کے نتیجہ میں ہے۔ جب ایک انسان اس حقیقت کو پا جاتا ہے تو اپنے بھائی کو اپنے سے کم درجہ دیکھتا ہے تو شرمندگی محسوس کرتا ہے حقیر نہیں سمجھتا اس کو اور یہ واقعہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں لازماً شرمندگی ہوتی ہے شرمندگی اس بات کی کہ دیکھو یہ مجھ سے زیادہ محنت کرنے والا، مجھ سے زیادہ اخلاص رکھنے والا، مجھ سے زیادہ بعض باتوں میں ،قربانیوں میں آگے بڑھا ہے لیکن میں اس سے بہتر حال میں ہوں تو ایسی صورت میں سوائے شرمندگی اور استغفار کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا لیکن حقیر جاننے کا کوئی تصور بھی اس میں پیدا نہیں ہوتا۔

تو جس گہرائی تک ڈوب کر یعنی نفسیات کی جس گہرائی میں ڈوب کر حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ ہماری تربیت پہ کوشش فرما رہے ہیں اس کا کچھ پاس کرو۔ غور کرو کون ہے جو ہمارے لئے اتنی محنت کر رہا ہے۔ وہ پاک وجود جو چودہ سو سال پہلے پیدا ہوا جس کی خاطر کائنات پیدا کی گئی۔ وہ ہم جیسے ذلیل لوگوں کے لئے اتنی محنت کرتا ہے راتوں کو جاگتا تھا، دعائیں کرتا تھا ایک ایک بیماری کو کھول کھول کر بیان کرتا تھا، ہر بیماری کی شفا کے طریق بتاتا تھا اور ان باتوں کو سن کر بعض صرف خیالی طور پر مزے لے کر کہ ہاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آمنا و صدقنا ایک قدم آگے نہیں بڑھتے۔ محض نصیحت کی طاقت نہیں ہے۔ نصیحت کرنے والے کی اپنے سے محبت اور اپنے لئے قربانیوں کو دیکھو کہ تم میں جرأت ہی نہیں ہو سکتی کہ ان نصیحتوں کو نظر انداز کر دو۔

بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ٹھیک ہے باتیں ہوں گی سچی یا نہیں ہم تو آپ کے منہ کو یہ بات کر رہے ہیں آپ کی خاطر یہ بات مان رہے ہیں اور ایسا کئی دفعہ ہوا ہے مجھ سے بھی ہو چکا ہے

حالانکہ میری کوئی حیثیت نہیں۔ایک قتل کے معاملے میں ایک خاندان میں بڑا اختلاف تھا۔میں جب وہاں گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کسی طرح مانتے نہیں جن کا قتل ہوا تھا ان کی والدہ بزرگ موجود تھیں اس سے میں نے جا کر کہا کہ میں آپ کے گھر آیا ہوں معاف کر دیں، ختم کر دیں جماعت کے مفاد کی خاطر۔اسی وقت انہوں نے معاف کر دیا کہ آپ کے منہ کو معاف کرتے ہیں۔ابھی میری ایک ملاقات ایک دوست سے ہوئی۔سیالکوٹ سے آئے ہوئے تھے وہاں بھی یہی صورت حال تھی ایک گاؤں میں بڑا سخت اختلاف اور جھگڑا اور قتل و غارت تک نوبت پہنچی ہوئی۔جس خاندان کا مقتول تھا میں جانتا تھا ان میں سعادت زیادہ ہے ان کو میں نے پیغام بھجوایا کہ آپ چھوڑ دیں اس بات کو۔ اسی وقت چھوڑ دیا۔ایک بچہ ان کا بھی ملاقات کے لئے مجھے ملنے آیا مجھے تعارف ہی یہ کرایا کہ میں وہی ہوں، اس خاندان کا ہوں جس نے آپ کی خاطر، آپ کے منہ سے بات سن کر اپنے حق کو چھوڑ دیا تھا تو لازماً اس کے لئے میرے دل میں محبت اور عزت پیدا ہوئی اور دل کی گہرائی سے جو ایسے موقع پر دعا نکلتی ہے وہ ضرور قبول ہوتی ہے مگر میں کیا اور میری دعاؤں کی کیا حیثیت، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے منہ پر اگر کوئی نیکی اختیار کریں گے آپؐ کے احترام و عزت کے پیش نظر، یہ دیکھ کر کہ آپ کے لئے آپ نے کتنی محنت فرمائی دنیا کے کسی نبی نے اپنی قوم کے لیے کبھی اتنی محنت نہیں کی جتنی محمد رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لئے کی ہے۔سوچیں اور پھر ادب سے جھک جائیں اور پگھلے ہوئے دل سے اطاعت کریں کیونکہ اطاعت کی راہ میں ہمیشہ دل کی انا اور دل کا جوش حائل ہوا کرتا ہے لیکن جو دل محبت میں پگھل جاتا ہے اس کی انا کیا رہی اور اس کا جوش کیسا۔وہ تو محمد رسول اللہؐ کے قدموں میں بہنے لگتا ہے اس سے انکار کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔پس محض نصیحتوں کو ان کی غیر معمولی عقل اور فراست کی وجہ سے نہ، مانیں اس محبت پر نگاہ کریں، اس رحمت پر نگاہ کریں جو ان نصیحتوں کا منبع ہے یعنی رحمۃ للعالمین حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ اور پھر اگر آپ جھکیں گے تو ایک زائد بات آپ کی اطاعت میں ایسی پیدا ہو جائے گی جو آپ کو اللہ اور اس کے رسولؐ کا محبوب بنا دے گی اور یہی محبت ہے جس کی خاطر انسان زندہ ہے۔یہی ہماری آخری تمنا ہے۔پس اس محبت کے لیے اب وہ راہیں آسان فرما دی گئی ہیں۔

پھر آنحضرت ﷺ اس کے بعد فرماتے ہیں ''تقویٰ یہاں ہے۔تقویٰ یہاں ہے'' یعنی

مقام تقویٰ محمد مصطفیؐ کا دل ہے ایک انسان کے لیے پھر فرمایا یہی برائی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے پہلے تحقیر سے منع فرمایا پھر دوبارہ ذکر فرمایا ایک مسلمان کے لیے یہی برائی کافی ہے اس کو ہلاک کرنے کے لیے کہ وہ اپنے بھائی کی تحقیر کرے۔ اب فرق صرف اتنا ہے کہ میں عربی میں اس کو دیکھ کر بتاتا ہوں کہ عربی میں یہ فرق موجود ہے کہ نہیں۔ ایک ہی جیسے الفاظ ہیں دونوں جگہ۔ اسے حقیر نہ سمجھو کا معنی بھی یہی لیا جا سکتا ہے اور تحقیر نہ کرو۔ تو دوسری جگہ بھی چونکہ وہی لفظ استعمال ہوئے ہیں اس لیے اسی مضمون میں ہیں دونوں باتیں، اس میں پائی جاتی ہیں۔ اپنے بھائی کو اپنے دل میں حقیر نہ سمجھو اور دوسرا اپنے بھائی سے حقارت کا سلوک نہ کرو۔ تو فرمایا کسی مسلمان کی ہلاکت کے لئے اس کا یہی جرم کافی ہے، یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر سمجھے اور اس سے تحقیر کا سلوک کرے۔

ہر مسلمان کی تین چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں۔ اس کا خون، اس کی آبرو اور اس کا مال۔ خون تک تو نوبت کبھی کبھی پہنچتی ہے لیکن آبرو اور مال تک تو روزانہ نوبت آتی ہے اور کتنے ہیں جو آبرو پر ہاتھ ڈالنے سے رک جاتے ہیں۔ کتنے ہیں جو مال پر ناجائز تصرف سے رک جاتے ہیں اور یہی دو ایسی بدیاں ہیں جن سے پاک کئے بغیر جماعت احمدیہ کا معاشرہ دنیا پر غالب آنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ اس لیے اگر برکت ہے تو ان چند نفوس کی برکت ہے جو ان باتوں میں خدا کے فضل کے ساتھ خوب پاک وصاف کئے گئے ہیں۔ مگر جس دور میں ہم داخل ہیں جس طرح خدا کے فضل ہم پر نازل ہو رہے ہیں میں آپ سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ ان باتوں کو بار بار جگالی کی طرح سوچیں اور ان پر عمل کی کوشش کریں۔ ان کو کھنگالیں اور اپنے دلوں کو کھنگالیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے فیض اور پاک باتوں کی برکت سے اپنے دلوں کو پاک کریں، اپنی نیتوں کو صاف کریں اور ایسے معاشرے کو جنم دیں جو ان باتوں کی ایک زندہ مثال بن جائے جو آپ کے سامنے پیش کی جا رہی ہیں اور پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ نے کیا حاصل کیا اور کیا کھویا ہے تو آپ میں سے ہر ایک کا دل اس یقین سے بھر جائے گا کہ جہنم کھوئی ہے اور جنت حاصل کی ہے اس سے پہلے آپ جہنم کی زندگی بسر کر رہے تھے یہ جھوٹے چسکے تھے جو مزے تھے باتوں کے، غیبتوں کے، تحقیر کے، ان سب کے اندر ایک جہنم کی آگ پائی جاتی تھی جو آپ کے دل میں جلتی تھی وہیں سے بھڑکتی تھی۔ معاشرے کو جلانے کی صلاحیت رکھتی تھی جب وہ ابل ابل کے آپ کے منہ سے نکلتی تھی تو ایسے سانپوں کی طرح تھے جو کہانیوں میں پائے جاتے

ہیں اور بتاتے ہیں کہ وہ آگ اگلتے ہیں لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی باتیں سننے کے بعد آپ کے دل کو تسکین ملے گی ٹھنڈ پڑے گی ہر قسم کی آگ سے آپ کا سینہ پاک ہو جائے گا ایسی حالت میں زندگی بسر کرنا ہی حقیقی جنت ہے اور آپ کے ماحول اور آپ کے معاشرے کو بھی آپ کی ذات سے امن نصیب ہوگا۔ یہ وہ معاشرہ ہے جس نے لازماً غالب آنا ہے کوئی دنیا کی طاقت اس کو روک نہیں سکتی کسی مولوی کا عناد، کسی حکومت کی دشمنی، کسی حکومت کی قانون سازی آپ کے خلاف کلیۃً بے اثر ہو جائے گی۔ اگر آپ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاق سے آراستہ ہو کر گلیوں میں نکلیں گے پھر تو دنیا نے آپ کا عاشق ہونا ہی ہونا ہے کون ہے جو اس راہ میں حائل ہو سکے۔

فرمایا کہ ایک دوسرے پر حسد نہ کرو۔ یاد رکھو۔ فرمایا تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کو خدا دیکھ رہا ہے۔ تمہارے دلوں کو دیکھ رہا ہے۔ اس بات کو حل فرما دیا کہ جب تم کسی کے پاس زیادہ مال دیکھتے ہو یا اچھی صورت دیکھتے ہو، یا کچھ ایسی خوبیاں دیکھتے ہو جو تم میں نہیں ہیں تو غور کرو گے تو تمہارا کچھ بھی نقصان نہیں۔ آخری فیصلہ تو خدا کی نظر نے کرنا ہے کہ تم کون ہو اور کیسے ہو۔ تو جب یہ مقابلے میں داخل ہی نہیں ہیں چیزیں، مقابلے کے امتحان میں ان کا شمار ہی کوئی نہیں ہے تو تم کیوں بے وقوفوں کی طرح اپنی محرومی کا احساس رکھتے ہو اور اپنے آپ کو مصیبت میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ اللہ نے دیکھنا ہے کہ اسی کی نظر ہے جو دائماً آپ کے حق میں فیصلہ کرے گی اور جس کی طرف آپ کی نظر لگی رہنی چاہئے۔ فرمایا جب اس کو پرواہ ہی کوئی نہیں کہ مال دار تم میں سے کون اور اچھی شکل والا کون ہے تو خواہ مخواہ دلوں میں ایک جہنم سہیڑ رکھی ہے، دلوں میں محرومی کی ایک آگ بھڑکا رکھی ہے۔ ہائے ہمارے پاس مال نہیں رہا، ہمارے پاس ایسی شکلیں نہیں ہیں، ایسی فضیلتیں نہیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ ان کو دیکھتا ہی نہیں، جب دیکھ ہی نہیں رہا تو ان کو اکٹھا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنی دنیا کی تسکین کے لئے ٹھیک ہے کچھ کوشش ہو سکتی ہے جو فطرتاً جائز ہے لیکن ان جائز طریقوں پر جو خدا بیان فرماتا ہے اور اگر نہ بھی حاصل کر سکو تو یاد رکھو کہ اللہ کی دل پر نظر رہتی ہے اور جو دل کو دیکھنے والا ہے وہ دل میں پلنے والے تقویٰ پر نظر رکھتا ہے۔

پس سب سے بڑا مال دار، سب سے زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ حسین وہ ہے جس کے دل میں تقویٰ پلتا ہے اور یہ بات کہ خدا دیکھتا ہے یہ تو ظاہر دور کی بات دکھائی دیتی ہے کہ اس کے

دیکھنے کا ہمیں کیا پتا۔لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جس کے دل میں تقویٰ پل رہا ہو اس کی ادائیں حسین ہو جاتی ہیں جو دولت تقویٰ کی دولت ہے اس کا کوئی اور مقابلہ نہیں اس لئے غریب متقی کی بھی معاشرے میں خدا تعالیٰ عزت قائم کرتا ہے اور ایک غریب متقی کو بھی لوگ زیادہ پیار اور محبت سے ملتے ہیں ۔آنحضرت ﷺ سے زیادہ دنیا کے لحاظ سے اور کون غریب تھا جن کے گھر میں بعض دفعہ بیٹھنے کی بھی کوئی چیز نہیں ہوا کرتی تھی کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں تھی ۔کئی کئی دن بعض دفعہ کھانا بھی نہیں پکتا تھا،ایسی کھجور کی چٹائی جس پر لیٹنے سے سارے جسم پر نشان پڑ جایا کرتے تھے، مالی لحاظ سے تو یہی حیثیت تھی مگر کتنے کتنے بڑے مال دار تھے جو اپنے اموال پر لعنت ڈالتے ہوئے ان کو پیچھے پھینک کر محمد رسول اللہ ﷺ کی چوکھٹ پہ حاضر ہو گئے اور آپؐ کے تعلق میں جو غربت ان کو ملی وہ ان کی عزتوں کا نشان بن گئی اور پھر کیسے کیسے بادشاہ تھے جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ محمدؐ کا نام لے کر عزت و احترام سے جھکتے ہوئے اپنے تختوں سے نیچے اتر آتے ہیں ۔ایک غریب انسان کی عزت ہے اس لئے کہ آپ بالکل سچ فرماتے ہیں کہ تقویٰ یہاں ہے،تقویٰ یہاں ہے۔تو اللہ مال کو نہیں دیکھتا، اللہ تعالیٰ صورتوں کو نہیں دیکھتا،تقویٰ کو دیکھتا ہے مگر جب خدا دیکھتا ہے تو دنیا کی نظریں بھی اس کے لئے تبدیل کی جاتی ہیں اور دنیا کی محرومی کا احساس بھی مٹا دیا جاتا ہے۔ وہ غربت کے باوجود معزز ہو جاتا ہے۔

پس آنحضرت ﷺ کی نصیحتوں کو عزت و احترام اور محبت کی نظر سے دیکھیں ۔ یہ وہ نصیحتیں ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کی خاطر دنیا کا بڑے سے بڑا بادشاہ اپنے تخت سے اتر کر اس کی ایک کوڑی کی بھی پرواہ چھوڑ دے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی باتوں کے سامنے سر جھکا دے تو یہ اس کے لئے بھلائی ہوگی، اس کی کوئی قربانی نہیں ہے۔

اپنے بھائی کے خلاف جاسوسی نہ کرو، عیبوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو، ایک دوسرے کے سودے نہ بگاڑو، اللہ کے مخلص بندے اور بھائی بھائی بن کے رہو۔ ان باتوں پر جن میں بعض کا خلاصہ ہے،تکرار ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس نصیحت کو ختم فرمایا اور جہاں آپ نے نصیحت ختم فرمائی وہیں سے ہماری جنتوں کا آغاز، وہیں سے ہمارے تمام مصائب اور دردوں اور مصیبتوں کے حل کا سفر شروع ہوتا ہے، اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین